خاندانی نظام

کا

استحکام

ویمن کمیشن جماعت اسلامی پاکستان

منصورہ ملتان روڈ لاہور فون نمبر:042-5419520

تعارف

خاندان اور خاندانی نظام معاشرے کی بنیاد میں کسی بھی قوم کی تہذیب و تمدن، روایات، امن و سلامتی مجموئی کردار تھا کہ معاشی خوشحالی بھی خاندانی نظام ہی کی مرہون منت ہے۔ آج کی دنیا میں قوموں کے عروج وزوال کو پرکھنے کے پیمانے اگرچہ مادیت اور ٹیکنالوجی کی بنیاد پر بنتے ہیں لیکن وقت کا موئژ تہذیب کے زمانہ عروج میں تو مادی ترقی ہی ناپتا ہے۔ لیکن زوال کے اسباب میں قومی کردار کی تہہ میں معاشرتی بگاڑ اور اس کے ساتھ خاندانی نظام کی تباہی کا ذکر ضرور کرتا ہے۔

خاندان، جہاں قوم کا خام مال بچے کی حیثیت سے پرورش پاتا ہے۔ اس کا اسلامی تصور اور اس کا مغربی تصور وسعت اور ہمہ گیری کے لحاظ سے بچے کی شخصیت مزاج اور کردار پر لازماً اثر انداز ہوتا ہے وہ بچہ جو ایک بڑے خاندان کی شفقت محبت، حفاظت اور پیشانی کے ساتھ معاشرے کا حصہ بنتا ہے اور وہ بچہ جو دو میاں بیوی سے جنم لے کر کسی نرسری، day care centre یا کمرشل ادارے سے پل کر معاشرے کا حصہ بنتا ہے، اپنی نفسیات کے لحاظ سے دو متضاد معاشرے جنم دیتے ہیں۔

خاندان اور خاندانی نظام اپنی بہت سے قباحتوں کے باوجود اپنی ہیئت ترکیبی کے لامتناہی اثرات ضرور معاشرے میں بکھیر تا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج ہمارے دشمن کا وار کبھی اس نظام کو بکھیرنے کی کوشش نہ کرتا۔ ہم اور ہماری جہالت لاکھ اس نظام کو نقصان دے رہے ہیں لیکن آج بھی اس کے اشتراک سے جنم لینے والی قوم دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام ، کمرشل دنیا اور مادیت پرستی انسانیت کے بنیادی ادارے خاندان پر ہی کاری ضرب لگا کر انسان کو انسان مذہب اور اخلاق سے جدا کر کے مال و زر سامان دنیا

اوراپنی غرض کے بندے بناتے ہیں۔خود غرضی ، نفس پرستی ،خواہشات کی بندگی کو ”حقوق“ کا نام دے کر فرائض کی دنیا سے غافل کرتے ہیں تا کہ معاشرے میں باہمی اتحاد کی فضا ختم ہو۔

ایک نئے خاندان کی ابتداء اگر چہ مرد اور عورت کے رشتہ نکاح سے ہوتی ہے مگر ان دونوں کی پشت پر کھڑے خاندان اس بات کا قانونی حق رکھتے ہیں کہ وہ اس نئے خاندان کو تحفظ اور سہارادیں اور جواباًیہ نیاگھر بھی خاندان کی تقویت کا باعث بنے۔

جدید مادی تہذیب نے جب اس نظام کا شیرازہ بکھیر ا تو اس کا سب سے بڑا نقصان بچے اور بوڑھے لوگوں کو پہنچایہ ہی معاشرہ کا وہ عنصر ہے جو اپنی توانائی کے حصول اور پر کمزوردور میں خاندان کامحتاج ہے۔

آج جب اس مادر پدر آزاد تہذیب نے مغرب سے مشرق ، بالخصوص مسلمان ممالک کا رخ کیا ہے۔تو ہمیں اپنے معاشرے کو بچانے کے لئے خاندان اور اسکے نظام کا تحفظ کرنا ہے۔ہمیں ہندو معاشرے کی جاہلی رسوم کوختم کر کے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں جس علم وفہم وسعت ہمہ گیری ،محبت و اخوت کی ضرورت ہے اس کو اجاگر کرنا ہے۔ہمارا یہ کتابچہ اسی کوشش کا حصہ ہے محترم ڈاکٹر خالد علوی صاحب کا لیکچر ہے جسے ہمارے اسلام آباد دفتر نے مرتب کیا ہے۔

اللہ تعالی ہماری مشترکہ کاوشوں کو بابرکت کرے آمین۔

عافیہ سرور، کنوینر

خاندانی نظام کا استحکام

خاندان کے استحکام اور اس کی توسیع سے معاشرتی زندگی وجود میں آتی ہے۔مرد و عورت کا نکاح جو کہ جسمانی تعلق کا تقاضا کرتا ہے اس کی بنیاد پر خاندان پروان چڑھتا ہے۔ اس لئے خاندان کا ادارہ مذہب، معاشرت ، عمرانیات اور نفسیات کے ماہرین کا اہم موضوع رہا ہے۔

مرد اور عورت کا ایسا تعلق جو کہ اعلانیہ ہو جسے معاشرہ اور اس کا ہر فرد جانے اور قبول کرے، خاندان کی بنیاد بنتا ہے گویا خاندان میں اصل حیثیت نکاح کی ہے۔جس پر خاندان کے وجود کا دارو مدار ہے۔چنانچہ تمام منظّم مذاہب اسلام یہودیت اور عیسائیت حتیٰ کہ ہندومت نے بھی عورت اور مرد کے اس اعلانیہ تعلق یعنی نکاح اور شادی کو اہمیت دی ہے اور خاندان کی تنظیم میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ایسے معاشرے جہاں مذہب بطور ایک قوت کے موجود نہیں ہے جیسے بعض قبائلی اوردوسرے معاشرے ، ان کے ہاں بھی مرد اور عورت کے تعلق کو ظاہر کرنا ، اس کا اعلان کرنا اور اس کی بنیاد پر معاملات کو آگے چلانا بے حد اہم رہا ہے دور حاضر میں خاندان کے مطالعے کے پس منظر میں یہ جاننا ضروری ہے کہ تمام مذہبی معاشروں میں نکاح کے ادارے کو ایک مؤثر اور بنیادی حیثیت حاصل ہے ، گذشتہ ڈیڑھ سو سال کی تاریخ مغربی تہذیب

کے غلبے سے متعلق ہے اس میں نکاح اور خاندان کا ادار ہ خاص طور پر موضوع بحث بنا ہوا ہے، چنانچہ جدید ماہرین معاشرت اور انسانی زندگی اور اس کی ترقی کا مطالعہ کرنے والوں نے اس موضوع پر مواد کو سامنے رکھتے ہوئے بعض نتائج اخذ کیے ہیں۔

نکاح کی چار رائج صورتیں

انھوں نے مرد اور عورت کے حوالے سے چار نمونے پیش کیے ہیں ان میں ایک نمونہ ایک مرد کا ہے جو ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرتا ہے یعنی polygamy یا تعدد ازواج۔دوسرا نمونہ ایک مرد اور ایک عورت کا ہے۔اس کوایک زوجی تعلق کہتے ہیں۔تیسرا نمونہ جس میں ایک عورت کئی مردوں سے شادی کرتی ہے۔اسے 'Polygamy" کے نام تعبیر کیا جا تا ہے۔چوتھے نمونے میں ایک عورت کسی ایک مرد سے منسوب نہیں ہوتی بلکہ مردوں اور عورتوں کا ایک اجتماعی گروپ اکٹھے رہتا ہے۔اور ان کے تعلقات کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ سب کے شمار ہوتے ہیں۔بالخصوص ایران کا ایک ازبکی کی معاشرہ جس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ایک فیصلے کے نتیجے میں عورتوں اور بچیوں کو اجتماعی ملکیت قرار دیا گیا تھا۔اس میں نکاح کے ذریعے ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان تعلق نہیں ہوتا تھا۔دور جدید کی اشتراکیت نے بھی اسی اجتماعی ملکیت کا تصور دیا اور سب سے زیادہ اخلاقی قدروں کو نقصان اسی تصور نے پہنچایا ہے۔دور جدید کے سوشیالوجسٹ، انتھروپالوجسٹ اور انسانی علوم و انسانی ارتقاء پر بحث کرنے والے بالآخر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انسانی تاریخ کا جو غالب ماڈل ہے وہ یک زوجی اور تعدد ازواج ہے۔ایک مرد اور ایک

عورت کا تعلق جو اعلانیہ ہو یعنی مرد نہ صرف اس عورت کے تمام معاملات کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔بلکہ اس عورت کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی بھی ذمہ داری قبول کرتا ہے اور اس کے بنیادی روحانی ، جذباتی اور معاشی تقاضوں کی تکمیل کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے یہ وہ ماڈل ہے۔جو تاریخ انسانی میں نمایاں طور پر ملتا ہے مرد اور عورت کے تعلق کا پہلا مظہر ایک بچے کی پیدائش ہوتی ہے جسکی پیدائش پر مرد اور عورت کے کردار میں تبدیلی آتی ہے۔پہلے دونوں کے تعلق میں بنیادی حیثیت جنسی تعلق کو حاصل تھی جس کی بنیاد پر دونوں میں کشش تھی مگر بچے کی پیدائش مرد اور عورت کے تعلق کو وہ مضبوط بنیادیں فراہم کرتی ہیں جس میں جنسی جذبات سے زیادہ اعلیٰ و ارفع جذبات کارفرما ہوتے ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ "عورت مشقت در مشقت اس بوجھ کو اٹھاتی ہے اس کو پالتی ہے اس کو اپنی جسمانی قوتیں فیڈ کرتی ہے۔ جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے "(مفہوم)

اور جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

حمله وفصاله ثلثون شهرا۔

”کہ یہ جو تیس مہینے ہیں ان میں حمل کا عرصہ بھی شامل ہے۔“

عورت کی حیثیت بطور ماں

عورت جب ماں بنتی ہے تو اس کے جذبات اور نفسیات میں زبردست تغیر واقع ہوتا ہے۔ماں بنتے ہی اس کا جذباتی تعلق خاوند سے بچے کی طرف منتقل ہوتا ہے اور یہ بنیادی تبدیلی اس خاندان کے مزاج اور رخ کو تبدیل کر دیتی ہے۔

بچہ اپنی ابتدائی عمر میں مکمل طور پر ماں پر انحصار کرتا ہے اس لئے کہ ماں ہی اس کی محافظ ہے اس کی مربیہ ہے جب بھی اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ماں ہی کو پکارتا ہے دوسری طرف باپ حفاظت کا ذریعہ بنتا ہے۔ماہرین نفسیات کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی بھر ماں کے نقوش بچے کی زندگی مرتسم رہتے ہیں اس لئے تمام مذاہب نے ماں کو بہت اہمیت دی ہے۔

ماں اور باپ کی حیثیت کے بارے میں یہ حدیث قابل ذکر ہے کہ کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا حضور ﷺ! میرے اچھے سلوک اور مہربانی کا میرے والدین میں سے کون زیادہ مستحق ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں۔وہ پھر سوال کرتا ہے تو پھر فرماتے ہیں۔تمہاری ماں۔تیسری دفعہ پھر سوال کرتا ہے تو پھر جواب ملتا ہے تمہاری ماں ، وہ چوتھی مرتبہ سوال کرتا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں تمہارا باپ۔گویا ماں کو تین درجے اس تعلق اور جذباتی وابستگی کے حوالے سے باپ پر فوقیت حاصل ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بچے کے ضمن میں ماں کی ربوبیت کا جو کردار ہے وہ باپ کو حاصل نہیں ہے

قرابت داری:

پھر بچے بڑے ہوئے ، ان کی شادیاں ہوئیں ، وہ ماں باپ بنے، پھر ان کے بچے پیدا ہوئے پھر قرابت کے رشتے پیدا ہوئے یہ قرابت کے رشتے ہی خاندان کے اجزاء ہیں اور ان سے ہی خاندان کی توسیع ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ" خالق کائنات نے جب رحم کی تخلیق کی تو رحم نے اپنے خالق سے کہا کہ میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں میرے سے جو بوجھ لگایا گیا ہے۔مجھ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اس ذمہ داری کے نتیجے میں کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔پروردگار عالم نے اس سے کہا کہ میری طرف سے یہ بات طے شدہ ہے۔

چونکہ نسل انسانی کا سہارا نشو و نما و ارتقاء اسی پر مبنی ہے اسلئے خالق کائنات نے اس کو بہت اہمیت دی ہے اور فرمایا کہ

وقضی ربک الا تعبدوالا اياه وبالوالدين إحسانا اما يبلغن عندك الكبرا احدهما كلهما فلا تقل لهم أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما

ترجمہ :"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے خبردار تم عبادت کرو مگر صرف اسی کی۔اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔جب وہ دونوں یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے نہ کہو انہیں اف اوران سے نرمی سے بات کرو"

وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا.

ان آیات قرآنی سے اسلام میں والدین کی عزت و تکریم اور ان کے ساتھ محبت و شفقت کا معاملہ رکھنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے ایک طرف والدین کے بارے میں ہدایت ہے کہ اولاد ان کالحاظ کرے اور ان کی اطاعت کرے اور دوسری طرف رشتہ داروں کے بارے میں یہ کہا کہ" اگر تو قرابت داروں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا ہے تو جنت میں داخل نہیں ہوگا" ایک صحابیؓ نے آنحضورﷺ سے پوچھا کہ یا

رسول اللہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کیسے حسن سلوک کروں۔اگر وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، تو کیا پھر بھی میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی تو یہ ہی ہے یہی کہ وہ برا سلوک کریں تو تم اچھا سلوک کرو۔اگران کے اچھے سلوک کے جواب میں تم بھی اچھا سلوک کرو۔وہ کون سے کمال کی بات ہے برے سلوک کے جواب میں اچھا سلوک کی صلہ رحمی ہے۔

تنظیم خاندان.........کیسے:

خاندان کی تنظیم کے چار بنیادی عناصر ہیں پہلا عنصر جنسی تسکین ہے، دوسرا اولاد کی تربیت اور اولاد کو جذباتی تحفظ فراہم و محسوس کرنا، تیسرا عنصر یہ کہ والدین بچے کو محبت و شفقت کا ماحول دیا کرتے ہیں اور چوتھا، خاندان بچے کو مادی تحفظ فراہم کرتا ہے۔جس میں بنیادی کردار والد کا ہوتا ہے۔کیونکہ تحفظ کیلئے طاقت درکار ہے وسائل درکار ہیں جو بچے کو والد مہیا کرتا ہےاور اس کے ساتھ ساتھ وہ نظم وضبط بھی فراہم کرتا ہے۔خاندان میں ایک اہم رول محبت وشفقت کا ہے جس کا مرکز اور خزانہ ماں ہے۔یہی وجہ ہے کہ جن خاندانوں میں ماں باپ کے درمیان یگانگت اور مفاہمت ہے ان کی اولا دمتوازن شخصیت کی مالک ہے، اور جن خاندانوں میں ماں باپ میں لڑائی جھگڑا ہے وہاں عدم توازن وعدم مفاہمت ہے، لاشعوری طور پر ان کے بچوں کی شخصیت غیر متوازن ہوتی ہے، اور اس میں جھول ہوتا ہے۔اسی لیے نبی پاک ﷺ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ میاں بیوی کو اپنے معاملات کو سلیقہ مندی سے نبھانا چاہے۔لہذا جنسی تسکین، جذباتی تحفظ، محبت و شفقت ، مادی وسائل کی فراہی ، نظم ضبط و تربیت ،۔۔۔۔یہ خاندان کے فرائض قرار پاتے ہیں اس کے برعکس

جدید دور کے لکھاری جو کچھ بھی خاندان پر لکھ رہے ہیں اس کے مطابق خاندان کا بنیادی مقصد محض سماجی میل جول کے قابل بنانا ہے۔

خاندانی زندگی پر کلچر کے اثرات

حدیث میں آتا ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز کیلئے کہو اور دس برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر اس کی تادیب کرو۔

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔جب بچے دس برس کے ہوں تو بچوں اور بچیوں کو علیحدہ کر دو۔اور ہر بچے کو الگ بستر میں سلاؤ۔برطانیہ میں ہاؤسنگ کی بڑی پرابلم ہے، وہاں ہاؤسنگ کی ذمہ داریاں کونسل کے پاس ہوتی ہیں۔وہ خاندانوں کو ان کی ضرورت کے مطابق گھر فراہم کرتے ہیں یعنی ایک بچہ ہے اور دو بچیاں یا دو بچے ہیں اور دو بچیاں تو بچے اور بچی الگ الگ کمرے میں سوئیں۔اور یہی بات بذریعہ وحی حضور ﷺ نے ہمیں پہلے ہی بتادیا ہے۔ کہ بچوں اور بچیوں کو الگ کر دو اور ان کی نشوونما بالکل مختلف پہلوؤں سے ہو لیکن مغربی کلچر میں طریقہ ہے کہ پرائمری سکول کے بچے کھیل کے میدان میں یا کسی وزٹ پر جارہے ہیں تو قطار میں ایک لڑکا ہوتا ہے۔اور ایک لڑکی ، اور یہی طریقہ تربیت آگے چل کر گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کا مسئلہ پیدا کرتا ہے۔لڑکی کا اگر کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے تو اسے Odd سمجھا جاتا ہے والدین بھی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔بچیوں کی isolation پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس طرح ان خاندانی ادارہ اپنے کلچر کے مطابق بچوں کی تربیت کرتا ہے۔بچے ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں۔جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں لہذا ہمارے تجربات خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی یا مادی ان کو منتقل ہوتے ہیں۔باپ اپنے بیٹے کو اور ماں اپنی بیٹی کو نقل کرتی ہے۔

سب سے پہلی تربیت گاہ خاندان ہے۔خاندان ہی وہ ماحول مہیا کرتا ہے۔جس میں بچے بڑے ہوتے ہیں اس لئے خاندان بنیادی طور پر کلچر کو منتقل کرتا ہے۔گویا ایک طرف کلچر خاندان کے سٹرکچر کو تشکیل دیتا ہے تو دوسری طرف خاندان بھی اس کلچر کو بڑھاوا دینے کا کام کرتا ہے

مغربی معاشرہ بنیادی طور پر یہودی اور مسیحی پس منظر کا معاشرہ ہے۔مغربی معاشرے کی اخلاقی اور روحانی اساس بائبل کی تعلیمات ہیں۔اگرچہ ان کے اپنے آئیڈیاز، ملکی قانون اور ان کے ذاتی تجربات بھی اس کا حصہ ہیں لیکن بنیادی کردار بائبلی ایڈیشن ہے۔ مغرب نے اس سے بغاوت کی اور بائبلی نمونہ (جو اسلام اور باقی مذاہب سے ملتا جاتا تھا) کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ دے کر سیکولر کلچر پروان چڑھایا اور کہا اصل چیز ذات کی غیر معمولی نوعیت Individual یعنی فرد ہے۔انفرادی آزادی انہوں نے ظالمانہ حد تک دی ہے، لہذا اس ظالمانہ رویہ کو کنٹرول کرنے کیلیئے انہوں نے دوبارہ اجتماعیت کی طرف رجوع کیا مثلاً سیکولر ماڈل میں آزاد جنسی تعلق کو فروغ دیا گیا۔اور کہا گیا کہ یہ فرد کی انفرادی جسمانی خواہش ہے اسکی تسکین ہونی چاہیے جو چاہے راستہ چاہے اختیار کرے۔فرائیڈ نے انسانی شخصیت کے مطالعے میں جنس کو بنیادی حیثیت دی ہے۔بہت سے امراض بہت سے معاملات اور Inlibition کوخالص اسی نقطہ نظر سے دیکھنا شروع کیا۔اور خاندان کی جگہ نئ اصطلاح Kisship استعمال کی یعنی شادی کی جگہ محض تعلقات کی بات شروع کر دی دور جدید کے خاندان کے مطالعے میں فرائیڈ اور مارکس بہت اہمیت کے حامل ہیں۔مارکس کے مطابق انسانی زندگی میں معشیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔لہذا وہ شادی کے ادارے کو استحصال کا ذریعہ

کہتا ہے۔مارکس معاشرے کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ایک فیوڈرل، انڈسٹریل اور غلام ، اور آخر کار ایسے معاشرے کا خواب دیکھتا ہے۔جس میں فرد ہی فرد ہو گا جس میں کوئی تسلط نہیں ہو گا۔چنانچہ بچے کو جو بات سکھانی چاہیے وہ Servival بقاء ہے۔یعنی اس نے ناسازگار ماحول میں اپنابچاؤ کس طرح کرنا ہے۔اس لئے شادی جو بنیادی طور پر انسان کو استحصال کی طرف لے جانے والا ادارہ ہے اس کو ختم کر دینا چا ہیے۔چنانچہ جب خاندانی نظام ختم ہوگیا شادی کو ثانوی حیثیت حاصل ہوگئی اور جب بچے کی تربیت میں بنیادی مسئلہ بطور ایک فرد کے اس کی Servival ہو گیا تو پھر مغرب نے کہا کہ مرد اور عورت کے تعلق میں منظم مذاہب نے جوحدودوقیود ہے اس کی ضرورت کیا ہے لہذا ایک نیا اصول نیا ضابطہ اور نئ سوسائٹی تشکیل دی جائے۔

جدید تحریک آزادی نسواں

یوں مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں ایک نیا سلسلہ جدید تحریک آزادی نسواں شروع ہو گیا۔اس میں ایک نمایاں کردار 1960ء کی دہائی میں تحریک نسواں کا ہے۔ دور حاضر کی تحریک نسواں مغرب سے اٹھی جس نے سوسائٹی میں بعض ایسی چیزیں متعارف کروائیں جس کے نتیجہ میں مرد اور عورت کے تعلق کو ایک مستقل تعلق کی بجائے وقتی اور ہنگامی تعلق کی بنیاد قرار دیا۔اس کا نتیجہ شادی کے ادارے کے زوال کی شکل میں نکالا۔

لوگ مل جل کر شادی کے بغیر رہنے لگے اور پارٹنر partner کی سوشل اصطلاح استعمال ہوئی۔جسے معاشرے نے بطور ایک منظم معاشرے کے قبول کرلیا مغربی معاشرے میں مرد اور عورت بغیر چرچ کے اور مجسٹریٹ کے پاس جائے بغیر اور کسی چیز کا اعلان کیے

بغیر ایک ساتھ رہتے ہیں اور مغرب کے قانون نے اس کو وہی حیثیت دی ہے جو شادی کو حاصل ہے۔چنانچہ ایک عورت کسی مرد کے ساتھ اس حیثیت سے دو چار یا پانچ سال سے رو رہی ہے تو علیحدگی کی صورت میں عدالت اس کو بیوی والے حقوق عطا کرے گی۔

خاندان ٹوٹ جانے کے اثرات

اس تبدیلی کا مغربی خاندانی نظام پر پہلا اثر یہ ہوا کہ پہلے سے موجود شادیاں ٹوٹنے لگیں۔ اور فطری اور جبلی طور پر ایک انسان کو جب کسی کی کوئی چیز اچھی لگتی ہے تو وہ اس کی نقل کرتا ہے۔ غالباًیہی وہ بات ہے جس کی بنیاد پر انسانی شخصیتوں کی تربیت ہوتی ہے۔تو پہلا کام یہ ہوا ہے۔ کہ جب پارٹنرمل کر رہنے لگے تو شادی شدہ لوگوں نے کہا کہ ہم کیوں برسہا برس سے بندھے ہوئے ہیں اور میاں بیوی کے درمیان معمولی معمولی باتوں پر طلاقیں ہونے لگیں۔مثلاً عورت کا اس بناء پر طلاق لے لینا کہ میرے شوہر کا میرے کتے کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہے۔

دوسرا بہت بڑا نقصان بچوں کے بے گھر ہو جانے کی صورت میں ہوا۔دس دس ،بیس بیس اور تیس تیس سال کے جوڑے ایک دوسرے کو برداشت کر رہے تھے۔ محض اس بنیاد پر کہ ہمارے مل جل کر رہنے سے بچوں کی تربیت اور نشوونما پر اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ہم الگ ہو جائیں گے تو بچوں کی شخصیت اور تربیت پر مضر اثرات مرتب ہونگے۔لہذا جب دس بچوں کی ماں اپنے خاوند سے طلاق لیکر الگ ہونے لگی تو بچے گلیوں میں پھرنے لگے اور ان کی بنیادمیں جو ماں کا رول تھا محبت اور شفقت تھی وہ اس سے محروم ہوگئے۔باپ کا نظم

اورکنٹرول ختم، اس کے نتیجے میں غیر ذمہ دار افراد کے غیر ذمہ دار بچوں کی ایک فوج اس معاشرے میں پروان چڑھی

خاندانی نظام کے درہم برہم ہونے کا تیسرا نقصان معاشرے کو شادی کا نظام ٹوٹنے سے پہنچا ہے۔اب مغربی معاشرے میں ایک بہت بڑا طبقہ ان عورتوں کا اور ان مردوں کا ہے۔جن کو سنگل پیرنٹس(Single Parents) کہتے ہیں۔باپ اکیلارہ رہا ہے، ماں اکیلی رہ رہی ہے اور ریاست ان کو گھر مہیا کرتی ہے۔معاشی کفالت کیلئے وظیفہ دیتی ہے۔

چوتھا نقصان میں ٹین ایج نسل کے اخلاقی زوال کا ہوا ہے۔نو دس سال کی لڑکی امید سے ہوگئی۔اس لئے کہ کوئی اس کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں۔کوئی گائیڈ کرنے والا ہیں۔ اس نے ماحول میں جو دیکھا ہے وہ فزیکل انجوائے کا پہلو ہے۔اور اس کو روحانی زندگی کا نظم و ضبط اور کنٹرول کا پہلو کسی نے نہیں سمجھایا۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خاندانی نظام ٹوٹنے کے نتیجے میں یہ بے اخلاق افراد کی ایک فوج ہے۔جس کا کوئی رخ اور سمت نہیں۔

شادی کے نظام کے ٹوٹنے کے نتیجے میں ہم جنس پرستوں کا ایک گروہ پیدا ہوا ہے۔ یہ اس وقت یورپ میں اور امریکہ میں بہت بڑا گروہ ہے۔جسے با قائدہ اقلیت کہتے ہیں۔اور جس کے حقوق کی باتیں ہوتی ہیں۔خاندان کے ٹوٹنے سے سب سے بڑا نقصان بوڑھوں کو پہنچا ہے۔جب جسمانی لذت ہی زندگی کا منتہا و مقصود ٹھہرے تو بوڑھے والدین بوجھ بن جاتے ہیں۔خاندان ہر چیز کو سمیٹ کر بیٹھا تھا، باپ، ماں ، اولا دان کی اولاد، رشتے دار غرض ایک پور انظم خاندانی ادارے کے تحت تھا۔جب یہ ٹوٹ گیا تو ریاست دخیل ہوگئ ، اس نے بچوں کے لئے الگ ہومز بنائے جہاں کوئی بزرگ ہیں۔آنحضور ﷺ نے تو فرمایا ہے

کہ اگر دس سال کا بچہ نماز نہ پڑھے تو بطور تادیب اس کی پٹائی کی جا سکتی ہے، یعنی اس کو تہذیب سکھانے کیلئے تھوڑی سزا بھی دے سکتے ہیں لیکن اس صورت حال میں بچوں کو جو سرکاری تحفظ حاصل ہے اس کے تحت بچہ پولیس کوفون کردیتا ہے۔کہ میرا باپ مجھ پر سختی کرتا ہے اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا، اسی وقت پولیس آتی ہے اور بچے کو لے جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسی لرزہ خیز اور دل ہلا دینے والی کہانیاں ہوتی ہیں جو سوشل ورکرز کے ذریے اخبار میں آتی ہیں۔چلڈرن Abuse کے حوالے سے باپ پر الزام لگ رہاہے بچوں کو گھروں سے نکال کر ہومز میں ڈالا جارہا ہے جہاں بچے کو مفت روٹی اور رہائش تو مل جاتی ہے لیکن وہاں کی آزادی اسے مجرم بنا دیتی ہے۔بوڑھے والدین کی حالت الگ قابل رقم ہوتی ہے۔ کہ ان کے لئے اولڈ ایج ہوم بنادیئے گئے ہیں۔وہاں وہ اپنے بچوں کی قربت سے محروم اور تنہائی کا شکار رہتے ہیں۔

وہاں کے مسلمان خاندانوں نے بھی یورپی اور برٹش خاندانوں کی دیکھا دیکھی بوڑھے والدین کو اولڈ ایج ہومز میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔وہاں مسلمان بچیاں گھروں سے بھاگ کر ہندووٗں کے بنائے ہوئے ہوم میں پناہ ڈھونڈتی ہیں اور جو مسلمان بھی اس ہوم میں پہنچتی ہے وہ گھر جانے کی بجائے جسم فروش کی حیثیت سے رہتی ہے۔مغرب کے خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا اثر وہاں رہنے والوں مسلمانوں کے خاندانی نظام پر بھی پڑا ہے مغرب میں خاندان کی تباہی نے جو حالات پیدا کر دیئے ہیں ان کے نتیجے میں وہاں احساس زیاں پیدا ہورہا ہے (Death of family system) اور اس جیسے دیگر عنوانات پر کتب اور مضامین تحریرکئے جارہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ابھی سے اپنے خاندانی نظام کو کرنے

سے بچانے کیلئے پیش بندی کریں۔اور اس بات کے منتظر نہ رہیں کہ جب مغرب ہماری اقدار سے رجوع کرے گا تبھی ہم ہوش میں آنے کی فکر کریں گے۔